

شہداء کا خون بہتر ہے؟ علیؑ کے قلم کی سیاہی؟

تالیف:

مفتی ندیم خان درویش المہاجر



عرض مرتب

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف رسله و

خاتم النبیین و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

یہ رسالہ اس مقصد کے لیے لکھا جا رہا ہے کہ بعض ایسی روایات منقول ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء کرام کے قلم کی سیاہی (روشنائی) شہداء کے خون سے بہتر ہے، تو وہ کونسی روایات ہیں؟ کس درجے کی ہیں؟ یعنی محدثین کے ہاں مقبول ہیں یا نہیں؟ اور کیا ہر ہر عالم ہر ہر شہید سے بہتر ہے؟ ان تمام مباحث کا خلاصہ اور نچوڑ آپ کے سامنے اپنی وسعت کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کئی سال پہلے اس پر حوالہ جات جمع کر چکا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو شاید منظور نہیں تھا ویسے ہی رہ گئے، اب از سر نو دوبارہ کوشش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے تکمیل کی توفیق کے ساتھ ساتھ قبولیت عامہ سے سرفرازی اور توشہ آخرت بنانے کا طلب گار ہوں۔

ندیم خان درویش المہاجر

۲۲ شوال المکرم ۱۴۴۷ھ

موافق ۱۰ اپریل ۲۰۲۶ء، جمعرات

باب اول: روایات کا ذکر

روایت نمبر: ۱

«مَدَّادُ الْعُلَمَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دَمِ الشُّهَدَاءِ»

ترجمہ: علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے بہتر ہے۔

روایت نمبر: ۲

«نقطة من دواة عالم أحب إلى الله من عرق مائة ثوب

شہید»

ترجمہ: عالم کی دوات کا ایک نقطہ اللہ تعالیٰ کو سو (۱۰۰) شہداء کے کپڑوں کے پسینے سے

زیادہ محبوب ہے۔

روایت نمبر: ۳

«وُزِنَ حَبْرُ الْعُلَمَاءِ بِدَمِ الشُّهَدَاءِ فَرَجَحَ عَلَيْهِمْ»

ترجمہ: علماء کی سیاہی شہداء کے خون کے ساتھ وزن کی گئی تو سیاہی خون پر

غالب آگئی۔

روایت نمبر: ۴

«يُوزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدادُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ، فَيَرْجَحُ مِدادُ الْعُلَمَاءِ عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ»

ترجمہ: قیامت کے دن علماء کے قلم کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو علماء کی سیاہی شہداء کے خون پر بھاری ہو جائے گی۔
اور بعض علماء نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

«لَوْ وُزِنَ مِدادُ الْعُلَمَاءِ عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ لَرَجَحَ مِدادُ الْعُلَمَاءِ عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ»

ترجمہ: اگر علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کو باہم تولہ جائے تو علماء کی سیاہی ضرور شہداء کے خون پر بھاری ہو جائے گا۔

نوٹ: سند کو قصداً ترک کیا تاکہ رسالہ آسان فہم ہو جائے، دوسرا یہ کہ ویسے بھی حدیث پر ائمہ کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

باب دوم: روایات پر کلام

پہلی روایت پر کلام:

ان روایات میں پہلی جو روایت ہے یعنی: «مَدَادُ الْعُلَمَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دَمِ الشُّهَدَاءِ» یہ مرفوع یا موقوف روایت نہیں ہے، یعنی نہ تو رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اور نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا، بلکہ یہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جیسا کہ امام سخاوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيث «مَدَادُ الْعُلَمَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دَمِ الشُّهَدَاءِ» الْمُنْجَنِقِيُّ فِي

رَوَايَةِ الْكِبَارِ عَنِ الصَّغَارِ لَهُ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَوْلُهُ

ترجمہ: یہ حدیث «مَدَادُ الْعُلَمَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دَمِ الشُّهَدَاءِ» منجنيق

نے اپنی کتاب «رَوَايَةِ الْكِبَارِ عَنِ الصَّغَارِ» میں، حسن بصریؒ کا

قول نقل کیا ہے۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ بھی اس کے بارے میں اپنی کتاب «الدرر

المنتثرة في الأحاديث المشتهرة» میں رقم طراز ہیں:

حَدِيث «مَدَادُ الْعُلَمَاءِ أَفْضَلُ مِنْ دَمِ الشُّهَدَاءِ» فَهُوَ مِنْ كَلَامِ

الْحُسَيْنِ الْبَصْرِيِّ

ترجمہ: اور یہ جو (حدیث کے طور پر بیان کیا جاتا ہے) کہ علماء کی سیاہی

شہداء کے خون سے افضل ہے تو یہ حسن بصریؒ کے کلام میں سے ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب «الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوععة» میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

«قَالَ فِي الْمَقَاصِدِ: هُوَ مِنْ قَوْلِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ»

ترجمہ: مقاصد میں سخاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے۔

استاذ الصباغ لکھتے ہیں:

«أقول: وممنه منكر تأباه الآيات القرآنية، والأحاديث الصحيحة، وروح الشريعة، وما أحسب أن الحسن البصري، وهو جليل القدر، يقول مثل هذا القول. والله أعلم»

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ اس کا متن منکر ہے، قرآن کریم کی آیتیں، صحیح احادیث اور شریعت کی روح اس سے انکار کرتی ہے، اور میں گمان نہیں کرتا کہ حسن بصریؒ جیسا جلیل القدر شخص ایسا قول صادر کرے۔ واللہ اعلم

یعنی اس قول کے مطابق اس کی نسبت حسن بصریؒ کی طرف بھی درست نہیں، میرے ذہن میں بھی یہ بات آتی ہے کہ اس کا تعلق ثواب سے ہے اور ثواب توقیفی ہے جو صرف شارع ہی بیان کر سکتا ہے، تو حسن بصریؒ نے کیسے بیان کیا؟ واللہ تعالیٰ اعلم

دوسری روایت پر کلام:

دوسری روایت یعنی «نقطة من دواة عالم أحب إلى الله من عرق مائة ثوب

شہید» من گھڑت اور بے اصل ہے۔

علامہ طاہر فتنی رحمۃ اللہ علیہ نے «تذکرۃ الموضوعات» میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے «موضوعات کبریٰ و صغریٰ» دونوں میں، نیز علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے «الفوائد المجموعہ» میں علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے «کشف الخفاء و مزیل الالباس» میں «ذیل» کے حوالے سے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ «رتن ہندی» نے وضع کیا ہے۔ «لسان المیزان» اور «الاصابة فی تمیز الصحابة» دونوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے جو کہ «رتن بن نصر بن کربال الہندی» نے اس روایت سمیت بہت سی روایات گھڑی تھیں، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس شیطان پر خوب برسے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں «لسان المیزان» میں رقمطراز ہیں:

«وما أدراك مارتن شيخ دجال بلا ريب ظهر بعد الست مئة
فادعى الصحبة والصحابة لا يكذبون وهذا جريء على الله
ورسوله وقد ألفت في أمره جزءا وقد قيل أنه مات سنة
632. ومع كونه كذابا فقد كذبوا عليه جملة كبيرة من
أسمج الكذب والمحال. انتهى»

تیسری روایت پر کلام:

اس روایت کے بارے میں علامہ ابوالبراء ایم، عزالدین المعروف بالامیر محمد بن اسماعیل الکحلانی ثم الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب «التنوير شرح الجامع الصغير» میں رقمطراز ہیں:

«رمز المصنف لضعفه؛ لأن فيه محمد بن جعفر، قال مخرجه

الخطیب: محمد بن جعفر غیر ثقہ، یروی الموضوعات عن الثقات»

ترجمہ: کہ مصنفؒ کا اشارہ اس حدیث کے ضعف کی طرف ہے، اس لیے کہ اس میں ایک راوی محمد بن جعفر ہے، اس کے بارے میں امام خطیبؒ فرماتے ہیں: ”محمد بن جعفر ثقہ نہیں ہے، اور ثقہ رواۃ سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔“ (مطلب یہ ہوا کہ قابل استدلال نہیں ہے۔ درویش)

اسی طرح اس حدیث کے بارے میں علامہ زین الدین محمد عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب «فیض القدير شرح الجامع الصغير» میں فرماتے ہیں:

«ثم قال مخرجه الخطيب: محمد بن جعفر غير ثقة يروي الموضوعات عن الثقات وروي له حديثا آخر ثم قال: الحديثان مما صنعت يداه. قال ابن الجوزي: حديث لا يصح وأورده في الميزان في ترجمة محمد بن الحسن بن أزهر من حديثه وقال: اتهمه الخطيب بوضع الحديث»

ترجمہ: پھر اس حدیث کی تخریج کرنے والے امام خطیبؒ فرماتے ہیں: محمد بن جعفر ثقہ نہیں ہے، اور ثقہ رواۃ سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ پھر امام خطیبؒ نے اس راوی کی دوسری حدیث بھی نقل کی ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں اس کے ہاتھوں کی بنائی

ہوئی ہیں، (یعنی من گھڑت ہیں) ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے (من گھڑت ہے اس لیے یہ قانون ہے کہ موضوعات کی کتب میں «لا یصح» سے مراد «موضوع» ہوتا ہے (کما حققہ ذالک علامہ عبد الفتاح ابو غدہ فی مقدمة کتاب «المَصْنُوع فی معرفۃ الحدیث المَوْضُوع» لملا علی قاریؒ۔ درویش) اور یہ حدیث «میزان» میں محمد بن الحسن بن ازہر کے ترجمے میں لایا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ اس راوی کو خطیبؒ نے حدیث گھڑنے پر متہم کیا ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب «الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ» میں ان روایات کو نقل کر کے خطیب بغدادیؒ کے اتہام بالوضع کو باقی رکھا ہے اور اس پر کوئی رد نہیں کیا، البتہ یہ فرماتے ہیں کہ ان روایات کا معنی صحیح ہے، اس لیے کہ شہید کے خون کا نفع قاصر (لازمی) ہے اور عالم کے قلم کا نفع اور فائدہ متعدی ہے، ان کا کلام درجہ ذیل ہے:

«قُلْتُ وَمَعْنَاهُ صَحِيحٌ لِأَنَّ نَفْعَ دَمِ الشَّهِيدِ قَاصِرٌ وَنَفْعُ قَلَمِ الْعَالِمِ مُتَعَدٍّ حَاضِرٌ»

علامہ سخاویؒ بھی اپنی کتاب «المقاصد الحسنۃ» میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

«وفي سنده محمد بن جعفر اتهم بالوضع»

امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب «میزان الاعتدال» جلد ۳ صفحہ ۵۱۷/۵۱۸ میں

» محمد بن الحسن بن أزهَر الدَّعاء « ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ خطیبؒ نے اس پر حدیث گھڑنے کا الزام لگایا ہے، پھر آگے امام ابو بکر خطیبؒ کا کلام نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

«وكان غير ثقة، روى الموضوعات، فمما ألصق بالبحراني:

حدثنا ابن علية، حدثنا أيوب، عن نافع، عن ابن عمر -

مرفوعاً: وزن حبر العلماء بدم الشهداء فرجح عليهم»

اور یہ ثقہ راوی نہیں تھا، من گھڑت احادیث نقل کرتا تھا، اور جو بحرانی سے لگایا ہے

ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔۔۔

پھر یہی حدیث ذکر کرتے ہیں، یعنی یہ حدیث بھی من گھڑت ہے۔

علامہ محمد امیر الکبیر المالکی (متوفی ۱۲۲۸ھ) اپنی کتاب «المنخبة البهية في الأحاديث المكذوبة على خير البرية» کے صفحہ: ۱۳۰ پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث گھڑ لی گئی ہے:

«وزن حبر العلماء بدم الشهداء، فرجع عليهم» مَكْذُوبٌ.

علماء کرام کے ان درجہ بالا نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی ان الفاظ کے ساتھ قابل استدلال نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چوتھی روایت پر کلام:

اب بنیادی طور پر چوتھی روایت «يُوزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِذَاذُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ، فَيَرْجَحُ مِذَاذُ الْعُلَمَاءِ عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ» رہ گئی، اس روایت کے بارے میں ائمہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ اس حدیث کے بارے میں امام احمد بن علی بن محمد الجعفری أبو الطیب (المتوفی: ق

4ھ) اپنی کتاب «جزء ابن عمشلیق» میں لکھتے ہیں: «حَدِيث ضَعِيف» کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۲۔ امام زین الدین محمد عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب «التیسیر بشرح الجامع الصغیر» میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

«بأسانید ضَعِيفَةٍ لَكِنْ يَقْوَى بَعْضُهَا بَعْضًا»

کہ یہ حدیث مختلف ضعیف سندوں کے ساتھ مروی ہے، لیکن ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں۔

۳۔ علامہ شوکانیؒ کی کتاب کے محقق اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

«في سنده إسماعيل بن محمد بن زياد، وهو إسماعيل بن مسلم، قاضي الموصل، كذاب»

کہ اس کی سند میں محمد بن زیاد ہے جو کہ اسماعیل بن مسلم ہے موصل کا قاضی، اور وہ بہت جھوٹا آدمی تھا۔

امام دارقطنی اسماعیل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ متروک ہے، حدیث گھڑتے تھے۔

«وإسماعيل قال الدارقطني: متروك يضع الحديث»

(أُنَيْسُ السَّارِي فِي تَخْرِيجِ وَتَحْقِيقِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي ذَكَرَهَا الْحَافِظُ

ابن حجر في فَتْحِ الْبَارِي، أَبُو حَازِمَةَ، نَبِيلُ بْنُ مَنْصُورِ بْنِ

يَعْقُوبَ بْنِ سُلْطَانَ الْبَصَرَةِ الْكُوفِيِّ)

امام ابن الجوزیؒ نے «الموضوعات» میں اس کے بارے میں لکھا ہے:

«وَقَالَ ابْنُ حَبَّانٍ: دَجَالٌ» کہ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ اسماعیل دجال تھا۔
۴۔ علامہ محمد طاہر بن علی الصدیقی الہندی القنتی رحمۃ اللہ علیہ «تذکرۃ الموضوعات» میں لکھتے ہیں:

«مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُتَّهَمُ بِالْوَضْعِ لَكِنَّهُ مُتَابِعٌ»
 کہ محمد بن جعفر متہم بالوضع ہے لیکن اس کے تابع موجود ہے۔

تابع سے اگر علامہ طاہرؒ کی مراد «ہارون بن عنترہ» کی روایت ہو تو اس کے بارے میں علامہ ابن الجوزیؒ «العلل المتناہیہ» میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اور ہارون بن عنترہ کے بارے میں امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ اس پر استدلال جائز نہیں، یہ منکر روایات نقل کرتا ہے اور دل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ (ہارون بن عنترہ) ہی اس پر اعتماد کرتا ہے، اور یعقوب ثقی ضعیف ہے۔

«قَالَ الْمُصَنِّفُ: هَذَا لَا يَصِحُّ أَمَّا هَارُونُ بْنُ عَنْتَرَةَ. قَالَ ابْنُ حَبَّانٍ: لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهِ يَرْوِي الْمَنَاقِيرَ الَّتِي يَسْبِقُ إِلَى الْقَلْبِ أَنَّهُ الْمَعْتَمَدُ لَهَا وَيَعْقُوبُ الثَّقَلِيُّ ضَعِيفٌ»

۵۔ جو طریق ”محمد بن عبد اللہ بن القاسم أبو الحسن الحارثی النخوی الرازی“ کے واسطے سے نقل ہے تو اس راوی کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ «لسان المیزان» میں لکھتے ہیں:

کہ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس کو لوگ ”جھوٹ کی بوری“ بولتے تھے۔

«عن أبي حاتم الرازي. كان يقال له: جراب الكذب»

فلکیؒ نے اپنی کتاب «القاب» میں نقل کیا ہے کہ کسی نے اس سے کہا کہ تمہیں لوگ جھوٹ کی بوری بولتے ہیں، تو اس نے کہا کہ میں جھوٹ کا جوالق (بڑا برتن) ہوں، اگر سننا چاہتے ہو تو سن لو ورنہ چھوڑ دو۔

«روى الفلكي في الألقاب له قال: قيل لمحمد: إنك تلقب جراب الكذب فقال: بل أنا جوالق الكذب فإن شئت فاسمع أو دع»

امام حافظ احمد بن عبد الرحمن نے بھی جھوٹا قرار دیا ہے۔

«وكذبه أحمد بن عبد الرحمن الحافظ»

امام محمد بن عبد الواحد الخزازي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو حاتم نے، یہ حدیث شاذان، عفان اور عارم سے نقل کر کے بیان کی تو میں نے اپنے شیخ ”ابو علی بن عبد الرحیم“ سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے ابو حاتم کے پاس شاذان کی کوئی حدیث نہیں البتہ ایسا کہو: «حدثنا جراب الكذب في زاوية الكذب بحديث كذب!»

«حدثنا أبو حاتم حَدَّثَنَا شاذان وعفان وعارم قالوا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَفَعَهُ قَالَ: يوزن مداد العلماء ودم الشهداء فيرجح مداد العلماء على دم الشهداء. فعرضناه على شيخنا أبي علي بن عبد الرحيم فقال: كذب فلم يكن عند أبي حاتم عن شاذان شيء ولكن قولوا: حدثنا جراب الكذب في زاوية الكذب بحديث كذب!..» (لسان الميزان)

۶۔ محمد رشید بن علی رضا وغیرہ نے بھی «مجلة المنار» میں خطیبؒ کا اتہام برقرار رکھا ہے:

«ومنها حديث: (مداد العلماء أفضل من دم الشهداء). قال في المقاصد: هو من قول الحسن البصري. ورواه ابن عبد البر عن أبي الدرداء مرفوعاً بلفظ: (يوزن يوم القيامة مداد العلماء ودم الشهداء) وروى الخطيب عن ابن عمر: (وزن حبر العلماء بدم الشهداء فرجح عليهم)، وفي إسناده متهم بالوضع وروى لفظه من رواه: (دواة عالم أحب إلى الله من عرق مائة ثوب شهيد) قال في الذيل: موضوع. والاعتبار فيه كما في حديث الأولياء» (مجلة المنار كاملة 35، مجلدا)

۷۔ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی من گھڑت قرار دیا ہے۔ انظر ضعيف الجامع.

۸۔ علامہ عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے «كشف الخفاء» میں ابن الغرس کے حوالہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۹۔ علامہ ابن الزمکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«وهو حديث لا تقوم به الحجة وقد أوضح جماعة في تضعيفه المحجة»

ترجمہ: اور یہ ایسی حدیث ہے جس سے استدلال درست نہیں، علماء کی ایک جماعت نے اس کے ضعف پر دلائل بیان کیے ہیں۔

اس حدیث کے ایک طریق میں اسماعیل بن ابی زیاد السکونی ہے جو کہ منکر الحدیث

ہے۔ (اکاٹل)

۱۰۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب «میزان الاعتدال» جلد ۳ صفحہ ۵۱۷ میں محمد بن الحسن العسکری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

«محمد بن الحسن العسکری. حدث عن العباس البحراني

بخبير موضوع، متنه: يوزن خبر العلماء. قال الخطيب: نراه

من وضعه»

اس نے عباس البحرانی سے ایک ایسی حدیث نقل کی ہے جس کا متن من گھڑت ہے اور وہ یہ ہے: یوزن خبر العلماء۔۔ الخ، خطیبؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ یہ اس نے گھڑ لیا ہے۔

ان تمام نقول سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ روایت بھی قابل بیان نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہ تو ان روایات پر کلام تھا، اب رہ گئی یہ بات کہ عالم اور شہید میں کون، افضل، اعلیٰ اور بہتر ہے؟ عالم یا شہید؟ تو اس پر باب سوم میں لکھیں گے، امید ہے کہ قارئین کرام کی تسلی ہو جائی گی۔

باب سوم: عالم اور شہید میں سے کون افضل؟

اس کے بارے میں علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الزمکانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کا کلام مجھے بے حد پسند آیا، اور میرے خیال میں اس موضوع میں فیصلہ کن قول یہی ہونا چاہیے، اور اسی پر شرح صدر ہو رہا ہے، سب سے پہلے امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ اور پھر اصل عبارت نقل کروں گا، اس کے بعد علامہ ابن الزمکانی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس بارے میں اختلاف ہے کی علماء کے قلم کی سیاہی افضل ہے شہداء کی خون سے، یا شہداء کا خون افضل ہے علماء کی سیاہی سے، دونوں طرف سے ہر قول کے لیے دلائل اور وجوہ ترجیح ذکر کی گئی ہیں، اور نفس اختلاف بھی اس کی دلیل ہے کہ علم افضل ہے، کیوں کہ اس مسئلہ میں فیصلہ علم سے کیا جائے گا یعنی حاکم اس نزاع میں علم ہے، رجوع علم کی طرف کیا جاتا ہے،۔۔۔ مراتب کمال چار ہیں: نبوت، پھر صدیقیت پھر شہادت اس کے بعد ولایت، اور یہ چاروں مراتب قرآن کریم میں ذکر ہیں: «وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا» اور یہ چاروں مراتب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید میں بھی ذکر کیے ہیں۔ پس ان چاروں مراتب میں اعلیٰ مرتبہ نبوت و رسالت کا ہے، اس کے بعد مرتبہ صدیقیت کا ہے، لہذا اگر عالم کا قلم مرتبہ صدیقیت پالے اور اس کی سیاہی مرتبہ صدیقیت میں

بہہ گئی تو یہ سیاہی (روشنائی) اس شہید کے خون سے بہتر ہے جو مقام صدیقیت میں نہیں بہہ گئی، اور اگر شہید کی خون مرتبہ صدیقیت میں بہہ گئی ہو اور عالم کی سیاہی مرتبہ صدیقیت سے قاصر ہو تو شہید کا خون عالم کی سیاہی سے افضل ہوگی، اور اگر دونوں مقام صدیقیت میں بہہ گئی ہوں، یعنی عالم کی سیاہی بھی اور شہید کا خون بھی تو پھر دونوں کا مقام و مرتبہ مساوی اور یکساں ہو گا۔“

یہ خلاصہ تھا امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر عالم کی سیاہی نہ ہر شہید کے خون سے بہتر ہے اور نہ ہر شہید کا خون ہر عالم کی سیاہی سے بہتر ہے، بلکہ عالم اور شہید کو دیکھا جائے گا، جن میں جو بھی مرتبہ صدیقیت پر فائز ہو گا وہی بہتر ہو گا۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بلفظ ملاحظہ ہو:

«وَقَدْ اُخْتَلَفَ فِي تَفْضِيلِ مَدَادِ الْعُلَمَاءِ عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ وَعَكْسَهُ
وَذَكَرَ لِكُلِّ قَوْلٍ وَجُوهٌ مِنَ التَّرَاجِيحِ وَالْاَدْلَةُ وَنَفْسُ هَذَا النِّزَاعِ
دَلِيلٌ عَلَى تَفْضِيلِ الْعِلْمِ وَمُرْتَبَتِهِ فَإِنَّ الْحَاكِمَ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ
هُوَ الْعِلْمُ فِيهِ وَالِيهِ وَعِنْدَهُ يَقَعُ التَّحَاكُمُ وَالتَّخَاصُمُ وَالْمَفْضُلُ
مِنْهُمَا مَنْ حَكَمَ لَهُ بِالْفَضْلِ فَإِنْ قِيلَ فَكَيْفَ يَقْبَلُ حُكْمَهُ
لِنَفْسِهِ قِيلَ وَهَذَا اَيْضًا دَلِيلٌ عَلَى تَفْضِيلِهِ وَعُلُوِّ مُرْتَبَتِهِ وَشَرَفِهِ
فَإِنَّ الْحَاكِمَ إِنَّمَا لَمْ يَسْغُ أَنْ يَحْكُمَ لِنَفْسِهِ لِأَجْلِ مَظَنَّةِ التُّهْمَةِ
وَالْعِلْمُ تَلَحُّقُهُ تُّهْمَةً فِي حُكْمِهِ لِنَفْسِهِ فَإِنَّهُ إِذَا حَكَمَ حُكْمًا
بِمَا تَشْهَدُ الْعُقُولُ وَالنَّظَرُ بِصِحَّتِهِ وَتَتَلَقَّاهُ بِالْقَبُولِ وَيَسْتَحِيلُ
حُكْمَهُ لِتُهْمَةٍ فَإِنَّهُ إِذَا حَكَمَ بِهَا انْعَزَلَ عَنْ مُرْتَبَتِهِ وَانْحَطَّ عَنْ
دَرَجَتِهِ فَهُوَ الشَّاهِدُ الْمُزَكِّي الْعَدْلُ وَالْحَاكِمُ الَّذِي لَا يَجُورُ وَلَا

يَعْزَلُ فَإِنْ قِيلَ فَمَاذَا حَكَمَهُ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ الَّتِي ذَكَرْتُمُوهَا
 قِيلَ هَذِهِ الْمَسْئَلَةُ كَثُرَ فِيهَا الْجِدَالُ وَاتَّسَعَ الْمَجَالُ وَأُدْلِيَ كُلُّ
 مِنْهُمَا بِمُجْتَهَدِهِ وَاسْتَعْلَى بِمُرْتَبَتِهِ وَالَّذِي يَفْصِلُ النَّزاعَ وَيُعِيدُ
 الْمَسْأَلَةَ إِلَى مَوَاقِعِ الْاجْتِمَاعِ الْكَلَامِ فِي أَنْوَاعِ مَرَاتِبِ الْكَمَالِ
 وَذَكَرَ الْفَضْلَ مِنْهُمَا وَالنَّظَرَ فِي أَيِّ هَذَيْنِ الْأَمْرَيْنِ أَوْلَى بِهِ
 وَاقْرَبَ إِلَيْهِ فَهَذِهِ الْأَصُولُ الثَّلَاثَةُ تَبِينُ الصَّوَابَ وَيَقَعُ بِهَا
 فَصْلُ الْخُطَابِ فَمَا مَرَاتِبُ الْكَمَالِ فَارْبَعُ التُّبُوَّةُ وَالصَّدِيقِيَّةُ
 وَالشَّهَادَةُ وَالْوَلَايَةُ وَقَدْ ذَكَرَهَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ فِي قَوْلِهِ وَمَنْ يَطْعِ
 اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ
 وَالصَّدِيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ذَلِكَ
 الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا وَذَكَرَ تَعَالَى هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعِ
 فِي سُورَةِ الْحَدِيدِ فَذَكَرَ تَعَالَى الْإِيمَانَ بِهِ وَبِرَسُولِهِ ثُمَّ نَدَبَ
 الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِكِتَابِهِ وَوَحْيِهِ ثُمَّ ذَكَرَ مَرَاتِبَ
 الْخَلَائِقِ شَقِيهِمْ وَسَعِيدِهِمْ فَقَالَ إِنَّ الْمَصْدُقِينَ وَالْمَصْدَقَاتِ
 وَاقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفْ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّدِيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ
 رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ
 أَصْحَابُ الْجَحِيمِ وَذَكَرَ الْمُتَأَفِّقِينَ قَبْلَ ذَلِكَ فَاسْتَوْعَبَتْ هَذِهِ
 الْآيَةُ أَقْسَامَ الْعِبَادِ شَقِيهِمْ وَسَعِيدِهِمْ وَالْمُقْصُودُ أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهَا
 الْمَرَاتِبَ الْأَرْبَعَةَ الرِّسَالَةَ وَالصَّدِيقِيَّةَ وَالشَّهَادَةَ وَالْوَلَايَةَ فَأَعْلَا

هَذِهِ الْمَرَاتِبُ النَّبَوَّةُ وَالرَّسَالَةُ وَيَلِيهَا الصَّدِيقِيَّةُ فَالصَّدِيقُونَ
هُمْ أُمَّةٌ اتَّبَعَ الرُّسُلَ وَدَرَجَتُهُمْ أَعْلَى الدَّرَجَاتِ بَعْدَ النَّبَوَّةِ فَإِنْ
جَرَى قَلَمُ الْعَالَمِ بِالصَّدِيقِيَّةِ وَسَالَ مَدَادُهُ بِهَا كَانَ أَفْضَلَ
مَنْ دَمَ الشَّهِيدِ الَّذِي لَمْ يَخْلُقْهُ فِي رُتْبَةِ الصَّدِيقِيَّةِ وَإِنْ سَالَ
دَمُ الشَّهِيدِ بِالصَّدِيقِيَّةِ وَقَطَرَ عَلَيْهَا كَانَ أَفْضَلَ مِنْ مَدَادِ
الْعَالَمِ الَّذِي قَصَرَ عَنْهَا فَافْضَلُهُمَا صَدِيقُهُمَا فَإِنْ اسْتَوَيَا فِي
الصَّدِيقِيَّةِ اسْتَوَيَا فِي الْمُرْتَبَةِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَالصَّدِيقِيَّةُ هِيَ كَمَالُ
الْإِيمَانِ مِمَّا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ عِلْمًا وَتَصَدِيقًا وَقِيَامًا فَهِيَ رَاجِعَةٌ
إِلَى نَفْسِ الْعِلْمِ فَكُلُّ مَنْ كَانَ أَعْلَمَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ وَاكْمَلَ
تَصَدِيقًا لَهُ كَانَ أَتَمَّ صَدِيقِيَّةً فَالصَّدِيقِيَّةُ شَجَرَةٌ أَصُولُهَا الْعِلْمُ
وَفُرُوعُهَا التَّصَدِيقُ وَثَمَرُهَا الْعَمَلُ فَهَذِهِ كَلِمَاتُ جَامِعَةٍ فِي
مَسْئَلَةِ الْعَالَمِ وَالشَّهِيدِ وَابْتِهَامِ أَفْضَلِ. (مفتاح دار السعادة
ومنشور ولاية العلم والإرادة)

اب ہم امام ابن الزمکانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ لکھتے ہیں:

”فرماتے ہیں کہ یہ ایسی حدیث ہے جو قابل استدلال نہیں ہے، علماء نے اس کی تضعیف
دلائل سے واضح کی ہے، اور ایسی روایات بھی وارد ہوئی ہیں جو ان دونوں کے مساوی ہونے پر
دلالت کرتی ہیں، اور انصاف کی بات یہ ہے کہ جو خصوصیات شہید کے لیے روایات میں وارد
ہوئی ہیں، اور جو صحیح روایات اس کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ اس پر عذاب نہیں ہوگا،
اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، ایسی صحیح روایات عالم کے لیے محض اس کے علم کی وجہ
سے وارد نہیں ہیں، اور کوئی بھی قطعی اور یقینی فیصلہ نہیں کر سکتا، کبھی بڑے درجہ والے سے

بھی اس کے لیے افضل ثواب ہوتا ہے، اور مناسب یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ عالم کا حال کیا ہے؟ اور اس کے علم کا ثمرہ اور فوائد کیا ہیں؟ اسی طرح شہید اور شہادت کے حال کو بھی دیکھا جائے اس پر مرتب فوائد کو بھی دیکھا جائے، کبھی ایک عالم (اس کی زیادہ دینی خدمت کی وجہ سے) شہداء کی جماعت سے بہتر ہوتا ہے، اور کبھی ایک شہید (اس کی شہادت کے زیادہ فوائد اور ثمرات کی وجہ سے) علماء کی ایک جماعت سے بہتر ہوتا ہے، لہذا فضیلت اعمال اور فوائد کی وجہ سے دی جائے گی۔“

یہ امام ابن الزمکانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ تھا، اس میں دو باتیں بہت قیمتی ہیں، ایک یہ کہ آپؑ نے فرمایا کہ انصاف کی بات یہ ہے کہ شہید کے خصائص اور فضائل میں جو صحیح روایات وارد ہوئی ہیں ایسی اہل علم کے بارے میں نہیں ہیں، علامہ نواب صدیق حسن خانؒ نے لکھا ہے کہ شہید اور شہداء کے بارے میں تقریباً چار سو (۴۰۰) روایات منقول ہیں۔ وقال صدیق خان: «إن الأحادیث الواردة في فضيلة الشهادة والشهداء تبلغ أربع مائة حديث، كما قال المجد في سفر السعادة.» (العبرة بما جاء في الغزو والشهادة والهجرة، ص 182)

دوسری بات بہت قیمتی ہے اور تقریباً یہ بات امام ابن القیمؒ کی بات سے ملتی جلتی ہے، دونوں کا حاصل تقریباً ایک ہی ہے، کہ مطلقاً یہ کہنا کہ عالم بہتر ہے شہید سے درست نہیں، اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ مطلق ہر شہید ہر عالم سے بہتر ہے، بلکہ دونوں کے احوال اور ان کی خدمات پر مرتب ثمرات کو دیکھا جائے گا جن کی خدمات کا ثمرہ زیادہ ہو گا وہی زیادہ بہتر ہو گا۔

امام ابن الزمکانی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بلنظہ ملاحظہ ہو:

«وهو حديث لا تقوم به الحجة وقد أوضح العلماء في تضعيفه المحجة وورد ما يدل على تساويهما في الدرجة والإنصاف أن الذي ورد للشهيد من الخصائص وصح فيه من دفع العذاب وغفران النقائص لم يرد مثله للعالم بمجرد علمه ولا يمكن أحد أن يقطع له في حكمه وقد يكون لمن هو أعلى درجة ما هو أفضل من ذلك وينبغي أن يعتبر حال العالم وثمره علمه وماذا هو عليه وحال الشهيد وثمره شهادته وما أحدث عليه فيقع التفضيل بحسب الأعمال والفوائد فقد يظهر بذلك أن العالم الواحد أفضل من جماعة من الشهداء أو الشهيد الواحد أفضل من جماعة من العلماء.»

فائدہ: امام ابن زماکئی امام ابن تیمیہ کے معاصر ہیں، زماکان دمشق میں ایک قریہ ہے، شیخ الشافعی فی الوقت تھے، امام ابن تیمیہ پر طلاق کے بارے میں ایک رد بھی لکھا ہے، ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں نہایت احترام کے ساتھ ان کا نام ذکر کرتے ہیں، بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

«الشَّيْخُ كَمَالُ الدِّينِ بْنِ الزَّمَلَكَايَ شَيْخُنَا الْإِمَامُ الْعَلَامَةُ كَمَالُ الدِّينِ أَبُو الْمَعَالِي بْنِ الشَّيْخِ عَلَاءِ الدِّينِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ حَطِيبِ زَمَلَكَا عَنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ خَلْفِ بْنِ نَبْهَانَ الْأَنْصَارِيِّ الشَّافِعِيِّ، ابْنُ الزَّمَلَكَايَ، شَيْخُ الشَّافِعِيَّةِ بِالشَّامِ وَغَيْرِهَا، انْتَهَتْ إِلَيْهِ رِيَاسَةُ الْمَذْهَبِ تَدْرِيسًا، وَفَتْاءً، وَمُنَاطَرَةً، وَيُقَالُ فِي نَسَبِهِ: السَّمَاكِيُّ، نِسْبَةً إِلَى أَبِي دُجَانَةَ

سَمَّاكَ بْنِ خَرِشَةَ، وَاللَّهُ أَغْلَمُ (البداية و النہایہ)
 امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب «الفروسیۃ» میں علماء اور شہداء کے بارے عجیب
 کلام فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ لوگ نہیں ہیں مگر یہی دونوں جماعتیں (علماء اور شہداء) اور ان
 کے علاوہ لوگ اگر ان کے معاون و مددگار نہ ہوں تو وہ نوع انسانیت پر بوجھ ہیں۔۔۔ اور علماء
 کی سیاہی کے برابر نہیں مگر شہداء کا خون۔ اور دونوں جہانوں میں اگر اونچا مقام و مرتبہ ہے تو
 وہ ان ہی دونوں جماعتوں کے لیے ہے باقی سب لوگ ان دونوں کی رعایہ ہیں، ان کے رؤساء
 کے تابع ہیں۔ ملاحظہ ہو:

«وَمَا النَّاسُ إِلَّا هَؤُلَاءِ الْفَرِيقَانِ وَمَنْ عَادَاهُمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ
 رِدْءًا وَعَوْنَا لَهُمَا فَهَوْاْ كُلٌّ عَلَىٰ نَوْعٍ... وَلَا يَعْدِلُ مَدَادُ الْعُلَمَاءِ
 إِلَّا دَمَ الشُّهَدَاءِ وَالرَّفْعَةُ وَعَلَوُ الْمَنْزِلَةِ فِي الدَّارَيْنِ إِنَّمَا هِيَ لِهَاتَيْنِ
 الطَّائِفَتَيْنِ وَسَائِرُ النَّاسِ رَعِيَّةٌ لَّهُمَا مُنْقَادُونَ لِرُؤُسَائِهِمَا.»

امام ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے «المدخل» میں علماء کی فضیلت کو ترجیح دی ہے، وجہ یہ
 بتائی ہے کہ مجاہد تو چند گھنٹے جہاد میں مصروف ہوتا ہے پھر احدی الحسنین یعنی یاشہادت کا
 مرتبہ حاصل کرتا ہے اور یاغازی بن جاتا ہے، اور علماء تو دن رات تعلیم و علم میں مصروف
 ہوتے ہیں۔

فائدہ: لیکن اللہ تعالیٰ ابن الحاجؒ پر رحم فرمائیں، وہ آج کل کی گوریلا جنگوں سے کیا خبر
 تھے کہ ساہا سال دن رات مجاہدین پر جو گزرتی ہے، وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے اور
 جو مجاہدین میدان جہاد میں ہیں، ان کو معلوم ہے، ہر ہر لمحہ موت، قیامت اور محشر جیسا گزرتا
 ہے، جو لوگ خود میدان عمل میں ہیں ان کو خوب معلوم ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ مجاہدین علماء

جنہوں نے اس عمل کی سختی کو خود دیکھا اور برداشت کیا ہے، کبھی بھی کسی دوسرے عمل کو جہاد کے پر مشقت عمل کے برابر نہیں مانتے، یہی وجہ ہے کہ علامہ دمیاٹی شہید تقبلہ اللہ نے مشارع الاشواق میں باب قائم کر کے ثابت کیا ہے کہ جہاد علی الاطلاق افضل ترین عمل ہے بعد الایمان، اور ان احادیث کے بعد جس میں صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے ایسے عمل کے بارے میں پوچھا کہ جہاد کے برابر ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: «لا اجد» مجھے ایسا کوئی عمل معلوم نہیں، کے تحت لکھتے ہیں:

«قال المؤلف عفا الله عنه : فإذا كان أولو الهمم العلية، والنفوس الأبية، والشهامة الدينية المضاعفة أجورهم بالصحة النبوية الفائزون بالسبق إلى كل كمال، الحائزون من رتب الاجتهاد كل مقام عال، لا يستطيعون عملا يعدل الجهاد، فكيف تقر أعين أمثالنا من غير اجتهاد، وكيف تسكن إلى الأعمال اليسيرة بالهمم الدنية الحقيرة، مع ما يشوبها من الرياء وعدم الإخلاص، والدسائس التي لا يكاد يرجي معها خلاص، اللهم أيقظنا من هذه الغفلة، ووفقنا للجهاد في سبيلك قبل حلول النقلة، فأنت المرجو لكل خير ولا حول ولا قوة إلا بالله.» (مشارع الاشواق)

فرماتے ہیں کہ جب وہ بڑی اور اونچی ہمتوں والے، مضبوط دینی نفوس، جن کا اجر کئی گنا زیادہ تھا صحبت نبوی کی برکت سے، جو ہر کمال کو حاصل کرنے میں سابق تھے، اجتہاد کا عالی مقام حاصل کر چکے تھے، (یعنی صحابہ کرامؓ) وہ ایسے عمل کی طاقت نہیں رکھتے جو جہاد کے برابر ہو، تو پھر ہمارے جیسوں کا بغیر کوشش اور محنت کے کیوں آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی

ہیں! اور کیسے چھوٹے اعمال کمزور ہمتوں کے ساتھ سکون کا سانس لیتے ہیں، ایسے اعمال کو جس کے ساتھ ریا خلط ہو اور اخلاص بھی نہ ہو، اور وہ دسائس جس سے خلاصی بھی مشکل ہو، اے اللہ! ہمیں اس غفلت سے بیدار کر دے، اور عذاب آنے سے پہلے ہمیں اپنی راہ میں جہاد کی توفیق دے، آپ ہی سے ہر خیر کی امید کی جاتی ہے، خیر کی توفیق آپ ہی سے ہے اور شر سے بچانے والے بھی آپ ہی ہیں۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ مبسوط میں لکھتے ہیں:

«ففي هذا دليل على أن الجهاد وصفة الشهادة في الفضيلة
بأعلى النهاية حتى تمنى ذلك رسول الله - صلى الله عليه
وسلم - مع درجة الرسالة.»

خلاصہ

پہلی بات، روایات کے متعلق:

پہلی روایت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، لہذا ان کی طرف منسوب کر کے بیان کر سکتے ہیں اگرچہ اس پر بھی استاد صباغ کا تبصرہ گزر چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کرنا درست نہیں۔

دوسری روایت من گھڑت اور جھوٹی ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

تیسری روایت بھی من گھڑت اور جھوٹی ہے، بیان نہیں کر سکتے۔

چوتھی روایت بھی من گھڑت یا کم از کم شدید ضعیف ہے بیان نہیں کر سکتے۔

دوسری بات، افضلیت کے متعلق:

کون افضل ہے اور کون مفضل؟ تو اس کا تعلق ثواب کے قبیل سے ہے اور ثواب و عذاب توقیفی ہیں یعنی صرف اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام ہی بیان کر سکتے ہیں، اگر کوئی صحابی بھی بیان کریں تو وہ موقوف بحکم مرفوع ہو گا جیسا کہ اصول حدیث میں مذکور ہے، لہذا جب تک صحیح صریح غیر معارض نص کسی ایک کے مطلق فضیلت پر موجود نہ ہو تو ہم یقینی طور پر کسی کو افضل اور کسی کو مفضل نہیں قرار دے سکتے، ہم صرف ظن غالب کی حد تک کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کے اعمال کے ثمرات زیادہ ہیں، لہذا عند اللہ اگر مقبول ہو تو فلاں سے افضل ہو گا، فقط

باقی شہید اور عالم میں افضل کون ہے؟

تو اس کے بارے میں بندہ کی وہی رائے ہے جو علامہ ابن القیمؒ و علامہ ابن الزمکانیؒ کی ہے، اور یہی قرین انصاف بھی ہے، اس لیے اگر ایک طرف ایسا عالم باعمل ہو جس نے چالیس پچاس سال تک قرآن و سنت کی خدمت کی ہو اور ہزاروں شاگردوں کو علوم دین سے سیراب کیا ہو، اور دوسری طرف ایک ایسا مجاہد ہو جو جہاد کے لیے نکلتے ہی شہید ہو گیا تو انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے شہید سے بظاہر یہی عالم باعمل افضل ہو گا۔

دوسری طرف اگر ایک ایسا مجاہد ہو جس نے ساری زندگی، جوانی، مال و جان اللہ کی راہ میں لٹا دی ہو اور بے شمار مجاہدین کا استاد ہو، رہنما ہو، اس کی وجہ سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہوتے ہوں، اور پھر بہادری سے لڑ کر شہید ہو جائے، اور دوسری طرف ایک ایسا عالم جو ابھی تازہ فارغ ہو چکا ہے یا پرانا ہے لیکن اس کی کوئی خاص خدمت دین نہیں تو انصاف کا تقاضہ یہی ہے، کہ ایسے عالم سے یہی شہید بہتر ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ زیادہ دینی خدمت کی وجہ سے کبھی ایک عالم ایک شہید سے نہیں کئی شہداء سے بہتر ہو سکتا ہے، اور اسی طرح زیادہ قربانیوں کی وجہ سے ایک شہید ایک عالم سے نہیں کئی علماء سے بہتر ہو سکتا ہے۔ علی الاطلاق افضلیت کا حکم ایک پر بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

یہ میرا ناقص خیال ہے جو آپ کے ساتھ شریک کیا، میں اسے حرف آخر نہیں سمجھتا، اگر کسی عالم نے اس سے زائد کوئی حوالا جات دیکھے ہوں تو ہماری اصلاح بھی کریں، ہم شکر گزار رہے گے۔

وهذا آخر ما اردته وانا مسجون في بعض السجون احسب
ظلما وعدوانا، ووفقني الله تعالى لهذه الخدمة كما وفق
شيخ الاسلام ابن تيمية في السجن، فله الحمد والمنة اولاً
وآخرًا.

ندیم خان درویش المہاجر

یوم الجمعة، ۲۳ شوال المکرم ۱۴۴۷ھ

موافق ۱۱ اپریل ۲۰۲۶ء

